ڈاکٹر شاہد حسن رضوی
استاد شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

روشن خیال فریدؒ

Dr Shahid Hassan Rizvi
Department of Urdu,
The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur

Enlightened Farid

Khawja Ghulam Farid was one of the greatest mystic poets of the subcontinent who communicated eternal love and peace through his poetry to the whole mankind regardless of creed, color or region. One can find message of enlightened moderation in his writings. His soft tone allured the readers and listeners of his mystical Kafis. He was ahead of his time and space in terms of his ideology and pragmatism and thus surpassed his contemporaries and secured an unchallenging position in the pages of history.

روشن خیالی ہر دور میں اہم اور ہر عہد کی ضرورت رہی ہے روشن خیالی جس کا منبع علم وفکر، فلسفہ وآ گہی ہے، ہر دین کی اصل اور ہر مذہب کی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ روش خیالی خواہ اس کا تعلق معاشرہ سے ہو یا مذہب سے فلسفہ ہو یا تاریخ سے، علم وفکر کے نور سے ہی جنم لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں اور دنیا کے ہر مذہب معاشرے میں اس کی نیرنگی دیکھی جاسکتی ہے۔ انسانی قدروں کی تہذیب، رفعت، رواداری، اخوت، محبت فاتح عالم روشن خیالی کی وہ جہات ہیں، جن کی مدد سے ہر معاشرہ اپنی شہریت کی تشکیل اور اخلاقیات کی تزئین کرتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک دنیا نے روشن خیالی جیسے مثبت معاشرتی رویے کو اس کے جملہ جواہر کے ساتھ اپنائے رکھا، دنیا میں خوشحال اور امن وامان کا دور دورہ رہا، لیکن جب روشن خیالی کو استعماری عزائم کی تکمیل کے لیے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ یہیں سے خرابی کی ابتدا ہوئی۔ اس لیے گذشتہ دو تین صدیاں دنیا کے لیے بالعموم جبکہ مسلمانانِ برصغیر کے لیے ابتلا وزوال کی صدیاں رہی ہیں۔ مسلمان جب تک حکمران رہے مسلمانوں کو معاشرتی سطح پر بڑے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تاہم اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مسلمانوں کی امتیازی حیثیت بھی زوال پذیر ہونا شروع ہوگئی۔ حکومت، عہدے، جاگیریں اور مناصب جو کہ مسلمانوں کی خوشحال کا ذریعہ تھی مسلمان رفتہ رفتہ ان سے محروم کر دیئے گئے۔

برصغیر اٹھارویں صدی کی ابتداء سے ہی زوال اور انتشار کا منظر پیش کر رہا تھا۔ مغلیہ سلطنت کے مضبوط قلعے

میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئی تھیں۔ تاہم اس پرآشوب دور میں جن نفوسِ قدسیہ نے اصلاحِ معاشرہ کے لیے بے لوث خدمات پیش کیں وہ صوفیاء اور اولیائے اللہ کا طبقہ تھا۔ جنھوں نے وسعتِ قلبی اور محبت فاتح عالم کے جذبے سے سرشار ہو کر بلاتفریق مذہب وملت، اہل برصغیر کی اصلاح کی۔ ان صوفیاء میں چند شخصیات ایسی بھی تھیں جنھوں نے اصلاحِ معاشرہ کے لیے شاعری کو غالب وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ ان میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، بھلے شاہؒ، وارث شاہؒ، شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ، مادھو لال حسینؒ اور خواجہ فریدؒ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ تاہم ان شعراء میں خواجہ فریدؒ ہی کے حوالے سے اپنی شاعری، وسعت بیانی، ندرتِ خیال اور قادر الکلامی کی وجہ سے منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ (۱)

خواجہ فریدؒ ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو تصوف کا گہوارہ تھا۔ خواجہ فریدؒ کو صوفیانہ شاعرانہ خصوصیات ورثہ میں ملیں۔ ان کے بڑے بھائی خواجہ فخر جہاںؒ نہ صرف یہ کہ اپنے عہد کے بہت بڑے صوفی تھے بلکہ فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اس گھریلو ماحول کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ خواجہ فریدؒ کو تضاداتِ زمانہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی اور ان کا شاعرانہ شعور بطریق احسن پروان چڑھا۔

برصغیر کی تہذیبی وتمدنی تاریخ میں خواجہ معین الدین چشتیؒ سے لے کر خواجہ فریدؒ تک کا عہد اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ سیاسی انتشار کے اس دور میں صوفیا نے درخشاں روایات، روشن خیالی اور رواداری کے ذریعے انسانیت اور انسانی قدروں کو فروغ دیا۔ (۲) فریدؒ جس دور میں پیدا ہوئے ان کی فنی شعور پر اس کے اثرات کا پڑنا ایک فطری امر تھا۔

فرید کے عہد کا سیاسی، معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ انتہائی پس ماندہ شکست خوردہ اور زوال پذیر تھا۔ معاشرتی اور تہذیبی اقدار کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ خطہ بہاول پور چونکہ زرعی معیشت کا حامل تھا، جس کی وجہ سے یہاں غربت کا دور دورہ تھا اور اس علاقے کی پسماندگی آج بھی مثالی حیثیت رکھتی ہے:

> ''فریدؒ کے عہد کی معاشی بدحالی، غربت اور فاقہ کشی کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ لوگ دو وقت کی روٹی کے لیے عمر بھر کا طوق غلامی گلے میں ڈالنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ مصائب وآلام کی ان تیز وتند آندھیوں نے دلوں میں جلنے والی والی خود اعتمادی کی شمعیں گل کر دی تھیں۔ ایک طرف سینکڑوں ہزاروں محنت کش مجبور انسان اور دوسری طرف چند باوسیلہ اور بااثر استحصالی خاندان تعلیم کا فقدان اور حصول علم کے ذرائع ناپید۔ اسی زمانے میں برصغیر کے بعد حصوں میں اگرچہ ذہنی طور پر تحریک آزادی کا آغاز ہو چکا تھا تاہم پنجاب کے بہت بڑے بڑے علاقے ابھی تک اس کی ٹھنڈکوں سے محروم تھے اور عوام بدستور ایک گلے سڑے معاشرتی نظام کی ظلمت میں بھٹک رہے تھے۔ ایسے دگرگوں حالات میں عوام کے بے چین اور بے قرار دلوں کے سکون کے لیے صوفیوں کے مقدس آستانوں اور خانقاہوں کی پراسرار فضاؤں کے سوا اور کہیں جائے امان نہیں تھی۔ یہ شاعروں کے گیت اور بے وسیلہ فن کاروں کے نغمے ہی تھے جنھوں نے اس وقت کی حبس میں ٹھنڈی ہوا کی لطیف اور حیات بخش جھونکوں کا کام کیا۔ لوگ محنت کرتے تھے بھوک اور پیاس کے صدمے سہتے تھے اور فریدؒ کی کافیوں میں مست ہو جاتے تھے۔'' (۳)

خواجہ فریدؒ صاحب کے عہد کے پنجاب میں سکھا شاہی ☆ کا دور دورہ تھا۔ سکھوں کے مظالم سے تنگ آ کر ان کے والد گرامی خواجہ خدا بخشؒ نے مہاجرت اختیار کی۔ وہ نواب بہاول خاں رابع کی استدعا پر چاچڑاں شریف کے مقام پر سکونت پذیر ہوئے۔ (۴)

> ''اگر خواجہ فریدؒ صاحب کے والد سکھوں کے مظالم سے تنگ آ کر بہاول پور کو اپنا مسکن نہ بناتے تو عین ممکن تھا کہ خواجہ صاحبؒ بہاول پور میں چولستان کی محبت کے چشمے سے فیض یاب نہ ہو سکتے اور ان کی شاعری کی بنیاد

روہی کے بجائے کوئی اور سرزمین ہوتی۔''(۵)

خواجہ صاحب کی شاعری کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ جس زبان کو خواجہ صاحبؒ نے اپنی قادرالکلامی کا ذریعہ بنایا وہ زبان کیسی ہے؟ بقول اوبرائن:

''یہ زبان جھونپڑیوں سے اٹھتے ہوئے دھوئیں اور گندم کے آٹے کی سوندھی سوندھی خوشبوؤں سے لپٹی ہوئی ہے۔ یہ زبان مشرقی ہندوستان کی مصنوعی اور جکڑی ہوئی زبانوں کی نسبت لامحدود طور پر زیادہ قدرتی اور دل کش ہے۔ یہ ایک ایسی زبان ہے جو اپنے خاردار ریگزاروں سے محبت رکھتی ہے لیکن اس کی فضائیں اس سحر سے معمور ہیں جو جھاڑیوں میں اُگے ہوئے صحرائی پھول پیش کرتے ہیں۔ ایسے پھول جن کا مادہ اور غیر ملوث حسن بناوٹی گل دستوں سے زیادہ دل فریب ہوتا ہے۔ اس زبان میں شعر و نغمہ، قصہ کہانی، چیستاں بجھارتوں اور محاوروں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جسے اب تک تحریروں میں نہیں لایا گیا۔ اس کا خزانہ اس کے ضرب المثال میں پوشیدہ ہے۔''(۶)

خواجہؒ صاحب کو اگر جدت پسند کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ انہوں نے شاعری میں بھی جدت پسندی کو فروغ دیا ہے۔ ان کی شاعری میں جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے، وہ ان کی کافی ہے۔ جو غزل اور نظم کا حسین امتزاج ہے۔ ان کی کافی کی وسعت پذیری دیکھیے کہ یہ غزل اور نظم کے ساتھ ساتھ قصیدہ، ٹھمری اور گیت میں بھی ڈھل جاتی ہے۔ خواجہؒ صاحب سے پہلے سرائیکی زبان کی شاعری کی یہ شکل نہیں تھی۔ ان سے پہلے کی شاعری زیادہ تر مثنوی کی شکل میں تھی۔ سرائیکی زبان کی وسعت، قافیہ، بحر اور ردیف میں تجربات، نئے موزوں الفاظ کا استعمال یہ سب خواجہؒ صاحب کے عطا کردہ ہیں۔ بقول شخصے:

''خواجہؒ صاحب ہفت زبان شاعر تھے اور انہیں عربی، ہندی، فارسی، مارواڑی، اردو، پوربی پر دسترس حاصل تھی۔ وہ رومی اور جامی کے فلسفے سے بھی آشنا تھے اور ابن العربی کو اپنا استاد مانتے تھے لیکن ان تمام فلسفوں اور علوم کو جاننے کے باوجود خواجہؒ صاحب کی شاعری مقامی شاعری ہے اور ان کی شاعری کا نقش فریادی فارسی تراکیب سے بالکل ناآشنا ہے۔ ان کے شعروں میں پیمانہ و صبا، گل و بلبل، سرو چنار اور چنگ و رباب کا کوئی مستعار تصور نہیں وہ روہی میں بیٹھ کر روہی کی باتیں کرتے ہیں اور ان کی شاعری کا اثر ایسا ہے جیسے چولستان کے دامن میں پانی کی ایک صاف و شفاف ندی خراماں خراماں بہہ رہی ہے۔ اس کے باوجود ان کی شاعری کا پیغام دے رہی ہے جو جامیؒ، سعدیؒ، رومیؒ اور اقبالؒ کے ہاں ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں غنائیت خواجہ حافظ کی سی ہے۔ سوز و گداز اور دل سوزی شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ جیسی ہے۔''(۷)

جبکہ حضرت شہاب دہلویؒ نے اس کی تائید یوں کر رہے ہیں:

''ہر زبان کی شاعری اپنے ماحول کی ترجمان اور ان افکار و رجحانات کی حامل ہوتی ہے جن کا اس ماحول میں بسنے والوں سے قلبی تعلق ہوتا ہے۔ جو شعراء حب وطنی کے جذبے سے سرشار اور قومی روایت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی وطنی خصوصیات پر فخر کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے تحفظ و بقا کے لیے بھی پورا زور کلام صرف کرتے ہیں۔ خواجہ فریدؒ کا شمار بھی انہی شعراء کرام میں ہوتا ہے جنہیں دیار غیر کے گل و گلزار کے مقابلے میں اپنے وطن کے خار و خش زیادہ عزیز تھے۔ انہیں اس خطہ زمین سے جہاں وہ پیدا ہوئے، پلے بڑھے اور پروان چڑھے، بے پناہ محبت تھی۔ وہاں کے بے آب و گیاہ صحرا، ٹوٹے پھوٹے پانی کے تالاب اور ریت کے شکستہ قلعے، جہاں لوگ خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتے اور بھیڑ بکریاں پال کر گزر اوقات کرتے ہیں، بے حد پیارے تھے۔''(۸)

خواجہ صاحب نے ہمیشہ معاشرتی روایات اور اعلیٰ انسانی اقدار کی تبلیغ کی۔ اپنی صوفیانہ رواداری، حلم و محبت کے بل بوتے پر ایک عالم کو مسخر کیا۔ آپ شاہانہ التفات و مدارات میں پل کر جوان ہوئے۔ لیکن انہوں نے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو کبھی اپنے او پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ ان کے کلام میں ابتذال کے بجائے امید کا پیغام ملتا ہے:

> ''خواجہ فریدؒ کے کلام میں رجائیت کے پہلو کو اجاگر کرنے میں روہی کا نام لیا جاسکتا ہے روہی ...ان کے لیے ایک رمز و اشارات ... ہے۔ روہی ان کے لیے من کی دنیا ہے، پیار کا دیس ہے۔ یہاں رہ کر وہ نہ صرف ہندوستان کے سیاسی بحران کی زہر آلود ہواؤں سے بچے رہے بلکہ ان کے دل و دماغ میں رچی ہوئی تصوف کی گھمبیر تا میں رجائیت بھی راہ پاتی رہی ...ایک لحاظ سے روہی خود رجائیت کا دوسرا نام ہے۔ ریت کے سنہرے چمکیلے ٹیلے، خود رو جھاڑیوں کے اکا دکا جھنڈ، چھوٹی چھوٹی گھاس کے مخملیں میدان، بارش کے پانی سے بھرے ہوئے ٹوبے (قدرتی تالاب) جانوروں کے صحت مند ریوڑ، اونٹوں کے آزاد و بے پروا سلسلے، ہرنوں کی چوکڑیاں بھرتی ڈاریں، الڑھ دوشیزائیں، طاقتور جوان مخلص و جاں نثار بڈھے، نیک و سادہ زندگی، زمانے کی آلائشوں سے پاک و صاف ہوا، دودھ، دہی اور مکھن ایسی خوراک، فرصت و فراغت کے لمحے رومان پرور ماحول...''(۹)

روہی ان کے لیے ایک عظیم Source of Inspiration اور ایک گہرا منبع جذب و مستی تھی۔

جڈاں عشق فرید استاد تھیا
سب علم و عمل برباد تھیا
پر حضرت دل آباد تھیا
سو وجد کنوں، سوحال کنوں (۱۰)

(یعنی جب سے حضرت عشق سے راہ و رسم ہوئی ہے۔ ہمیں علم و عمل سے دور ہونا پڑا ہے، لیکن یہ گھاٹے کا سودا نہیں بلکہ اس کے بدلے ہمارے دل کی دنیا آباد ہوگئی ہے اور عشق نے ہمیں کئی کئی طرح کے وجد و حال کی کیفیتوں سے آگاہ و آشنا کر دیا ہے۔)

ہنڑ تھی فریدا شاد وَل
مونجھاں کوں نہ کر یاد وَل
جھوکاں تھیسن آباد وَل
ایہہ نین نہ وہسن ہک منڑیں (۱۱)

(فرید خوش ہو جا، اداسیوں کو بھول جا، تیرے دل کی بستی ضرور آباد ہوگی، یاد رکھ کہ ندی نالے ہمیشہ ایک ہی سمت نہیں بہتے۔)

فریدؒ کی وسعت ذہنی، تجدد اور رجائیت کی بُنت جن عناصر سے ہوئی ہے ان میں وسیع مطالعہ اور مشاہدہ، اور تخیل کی گہرائی نمایاں عناصر ہیں۔ ایک ایسا تخیل جو اوزان و بحور سے ہم آہنگ ہو کر انوکھے تجربات کی رنگارنگی پیش کرتا ہے۔ ایسی جہتیں جو قلب و ذہن کو آلودہ اور مشام جاں کو معطر کر دیتی ہیں۔ مگر فریدؒ کی پروازِ تخیل قاری کو اپنا ہم سفر رکھتی ہے اور قاری کو علم و عرفان کی دولت سمیٹنے میں جس ذہنی آسودگی اور اطمینان کی کیفیتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان کا اندازہ قاری کے سوا اور بھلا کوئی کیسے کر سکتا ہے۔

فریدؒ کی شاعری میں وسعت ذہنی، روشن خیالی اور تجدد کی آمیزش نے اسے آفاقی صداقتوں سے آشنا کر دیا ہے۔ یہ آفاقی صداقتیں جب لفظی پیراہن میں ملبوس ہوتی ہیں تو ان کے مفاہیم اور نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ زندگی اور موت کے تصور

کو جس فکری گیرائی اور علمی ہماہمی سے فریدؒ نے پیش کیا ہے وہ ان کی عظمتِ خیال پر دال ہے۔

ویسوں سنج صباحیں
خالی رہسن جاہیں

پکھی پردیسی ابھے سردے ڈو ڈینہہ دے خلقائیں
ملک بیگانہ دیس پرایا کوجھیاں کوڑ بنائیں

نہ کوئی ساتھی نہ کوئی سنگتی
کینوں دردسنائیں (۱۲)

اس عظمت خیال میں جوانوکھی جدت، بے مثال جذبہ، عمدہ زبان اور عظیم تخیل کارفرما دکھائی دیتا ہے وہ صرف فریدؒ ہی کا خاصا ہے۔

''فرید کا کلام ایک ایسا گلستان ہے جس میں ہزار ہا رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور جس کا ہر پھول ایک نرالی چھب اور انوکھے انداز میں اپنے ناظر کے سامنے آتا ہے اور اسے لذت و وجد سے ہمکنار کرتا ہوا اگلے پھول کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔ یہ فریدؒ ہی کے کلام کا کمال ہے کہ اس کا قاری اسے پڑھ کر صرف وقتی کیف و سرور حاصل نہیں کرتا بلکہ اس کی خوشبو اس کے ذہن میں تازیست سمائی رہتی ہے۔'' (۱۳)

اس سے یہ بات پوری طور پر عیاں ہوتی ہے کہ فریدؒ انتہائی توانا لب و لہجے کا شاعر، اعلیٰ وارفع زبان و بیاں کا حال اور ہر معنی و مفہوم ادا کرنے پر قادر ہے۔ حقیقت اور حسن حقیقت کا جو تال میل اور امتزاج فریدؒ کی شاعری میں ملتا ہے وہ کہیں اور دکھائی نہیں دیتا۔

سو سو چھانگاں، لکھ لکھ چھیڑو
وٹھڑے دی وہ ڈیون پنڈھیرو
روہی تھئی آباد جدید
بدلیں جڑ گھنگھور مچائی
پھوگیں لانیں خنکی چائی
ناز کریندی لائی لائی
عارف عبرت کھاندے ہن (۱۴)

(موسم، ماحول، ٹھنڈی، ناز اور عارفوں کا عبرت پکڑنا، کیا ایسا وسیع مطالعہ، بلندئ تخیل اور جدت پسندی کی اور زبان کے شاعر کے ہاں ملتی ہے۔)

فرید کی شاعری کا بغور مطالعہ کرنے سے جو غالب رنگ سامنے نظر آتا ہے وہ خیر کی تبلیغ ہے۔ یہی جذبہ خیر روشن خیالی کا دوسرا نام ہے۔ ایک ایسا منبعٔ فکر جس سے روشن خیالی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔

''فرید اس خیر کا فروغ انسان کی اصلاح کے ذریعے چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ انسان زندگی گزارنے کے لیے ایک ایک ایسے راستے کا انتخاب کرے جو دوسرے انسانوں اور خالقِ کائنات کو پسند ہے۔ وہ انسانوں کے ایسے حالات سے بہر طور بچنا چاہتا ہے جو ان کے ذہنوں کو پراگندہ کر سکتے ہیں۔ اس کی خواہش ہے کہ انسان انسانیت کے ہی راستے پر گامزن رہے تا کہ دنیا میں کیر اور سلامتی کو فروغ ملے۔ وہ ہجر و فراق کی بات کرے یا عشق و محبت کی وہ مظاہر فطرت کی عکاسی کرے یا واقعات بیان کرے، اس کے پیش نظر ایک ہی بات رہتی

ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے یہاں کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔اس لیے اس دنیا کو فانی دنیا ہی کا درجہ دے کر اس کی اہمیت کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے اور اس دنیا کے بجائے آنے والے وقت کے لیے ایسے اقدامات کر لیے جائیں کہ بعد میں پچھتاوے اور ندامت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔اس کی شاعری میں انسان کے اخلاقی نظام کی اصلاح کا عنصر جابجا نظر آتا ہے۔فرید جب خوشی کا اظہار کرتا ہے تو اس کی خوشی نیک اور کامیاب امور کے زیراثر ہوتی ہے اور جب وہ کسی المیے کا اظہار کرتا ہے تو بھی اس میں یہی عمل کارفرما دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک المیہ بھی انسان کو سیدھے راستے پر لے جانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔....وہ ہمہ جہتی ناظر کا کردار ادا کرتا ہے۔اس کا مطالعہ وسیع اور نظر گہری ہے۔وہ انسان اور اس کے جذبات کے اتار چڑھاؤ اور برتاؤ سے مکمل طور پر واقف ہے۔وہ ذوق جمال کو انسانی فطرت کے عین مطابق بلکہ اس کا حصہ سمجھتا ہے اور اس کی سبھی تقاضوں سے آگاہ ہے۔اس کی ہر تخلیق سے جہاں قاری کو ایک ایسے سفر کی لذت اور مسرت میسر آتی ہے۔جو معلوم سے نامعلوم کی طرف جاری سفر سے حاصل ہوتی ہے۔وہاں اس میں پائے جانے والے جمال سے بھی انبساط کی کرنیں پھوٹتی دکھائی دیتی ہیں۔وہ غم وفراق ہو یا حزن وملال،اس کے اظہار میں ایسی خوبی پیدا کر دیتا ہے کہ اس کا قاری اسے اپنے دل میں مسرت آمیز غم کی طرح اترتا محسوس کرتا ہے۔''(۱۵)

اسی جذبۂ خیر کے زیراثر فریدؒ نے اپنی شاعری کو اخلاقی گراوٹ اور ہزل وابتذال سے دور رکھا ہے۔ان کی شاعری میں اخلاق کریمہ کے ایسے ایسے عمدہ شذرات چھپے دکھائی دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ان کی شاعری صرف علم ظاہری ہی کا سہارا نہیں لیتی بلکہ نور معرفت سے بھرپور رہنمائی حاصل کرتی ہے۔

خاموش فریدؒ اسرار کنوں
چپ بے ہودہ گفتار کنوں
پر غافل نہ تھی یار کنوں
ایہو لاریبی فرمان آیا(۱٦)

ے

میڈاں عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں، میڈی روح وی توں   میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
میڈا کعبہ، قبلہ، مسجد، منبر   مصحف تے قرآن وی توں
میڈا دھرم وی توں میڈا بھرم وی توں   میڈی شرم وی تو ں میڈی شان وی توں

وہ صداقتوں کے رستے کا ایسا مسافر ہے۔جو لمحہ بہ لمحہ نئے معانی وانکشافات کی زد میں ہے اور قدم بہ قدم متحیر ابدی رستے پر رواں دواں ہے:

''فرید کا اعجاز یہ ہے کہ اس نے اس گم شدہ اور ہزار برس کی خوابیدہ تہذیبی نے زندگی میں اپنے کلام سے نئی روح پھونک دی ہے اور اس طرح ہزاروں برس ے تہذیبی تسلسل کو آگے بڑھایا اور اسے جاری وساری کیا۔''(۱۸)

فرید نے انسانی زندگی کے مطالعے ومشاہدے میں بہت ریاضت سے کام لیا ہے۔اس لیے فریدؒ نے جس بھی انسانی پہلو کی عکاسی کی ہے،کمال ہنر سے کی ہے،زندگی کی حقیقتوں کے بیان میں ایسی جاندارانہ اور بھرپور افتادِ طبع بہت کم شعراء

کے حصے میں آئی ہے۔

فریدؒ نے انسان اور فطرت کا ایک ایسا تال میل تلاش کا ہے جس سے عشق و محبت کے دریا اپنا سرچشمہ تلاش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ عشق و محبت، علم و معرفت سے باہم مدغم ہوکر سرور و کیف کی نئی دنیا تخلیق کر رہے ہیں۔ جو پڑھنے والوں کے لیے ایک نیا جہانِ معانی منکشف کرتی ہے۔ بقول فیض احمد فیض:

> ''خواجہ فریدؒ کے کلام میں تین خوبیاں نمایاں ہیں۔ پہلی خوبی یہ ہے کہ اپنے دیس سے محبت، دوسری خوبی یہ ہے کہ صحرا میں پلے تھے۔ لہٰذا صحرا کی خوبصورتی کو باغ باغجرا کی خوبصورتی پر ترجیح دی ہے۔ تیسری خوبی یہ ہے کہ صوفیاء کرام کی اصطلاح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کی جائے جس میں خواجہ صاحب کا پہلا اور آخری قدم ہے۔ کسی علم کو آپ اس وقت تک نہیں سیکھ سکتے۔ جب تک آپ کے دل میں محبت نہ ہو۔ آج کل کے مادی دور میں خواجہ صاحب کے پیغام محبت اور اخوت کی ضرورت ہے نفرت کی نہیں۔ اس لیے ہمیں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک دوسرے سے محبت اور اخوت سے پیش آنا چاہیے اس طرح سے نفرتوں کے پہاڑ خود بخود گر جائیں گے۔'' (۱۹)

فریدؒ کا پورا کلام جذب و مستی، وجدان کیفیات نادر اسلوب، فصاحت، و بلاغت، تازگیٔ احساس کا حسین مرقع ہے۔ ایسا کلام جس میں عشق و محبت کا دائرہ انسانوں سے لے کر خدائے لم یزل تک پھیلا ہوا ہے۔ اگر کسی نے یہ کہا ہے کہ

> ''فرید نے اپنی شاعری کی شکل میں فطرت کے نام جو حسین اور محبت بھرا خط لکھا ہے اسے ابھی تک پوری توجہ سے نہیں پڑھا جا سکا۔''

تو ٹھیک ہی کہا ہے۔ فرید کا مطالعہ زمان و مکان کی حدود و قیود سے بے نیاز فردا کی لامتناہی وسعتوں کی طرف اپنا سفر جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔

حوالہ جات

۱۔ Shackle,Cristopher,1978, The Teachings of Khawaja Farid,(Tr),Multan, Bazm-e-Saqafat Multan, pp-21-28.

۲۔ Ibi

۳۔ ملتانی، ارشد، 1985، فرید اور اس کا عہد، مشمولہ سہ ماہی الزبیر، خواجہ غلام فرید نمبر، اردو اکیڈمی بہاول پور، ص ۱۳۱۔

۴۔ ایضاً، ص ۱۳۲

۵۔ اوج، نورالزماں احمد، 1985 ''خواجہ صاحب اور ان کی شاعری'' محولہ بالا، ص ۱۳٦۔

٦۔ ایضاً

۷۔ ایضاً، ص ۱۳۸

۸۔ شہاب، مسعود الحسن، 199، روہی اور خواجہ غلام فریدؒ، مشمولہ سہ ماہی الزبیر، دیوان فرید نمبر، اردو اکیڈمی بہاول پور، ص ۵۷

۹۔ کلانچوی، دلشاد، 995، کلام فرید میں رجائیت کا پہلو، ایضاً، ص ۸۸

۱۰۔ ایضاً، ص ۹۱

۱۱۔ ایضاً

۱۲ ناظر، خورشید، 1996، کلام فرید اور مغرب کے تنقیدی رویے، اردو اکیڈمی بہاول پور، ص ۵۴۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۸

۱۴۔ شہاب، مسعود الحسن، 1994، خواجہ غلام فریدؒ۔ حیات و شاعری اردو اکیڈمی بہاول پور، تیسرا ایڈیشن، ص ۲۳۲۔

۱۵۔ ناظر، بحوالہ سابقہ، ص ص ۴۴۔۴۷

۱٦۔ دیوان فرید، ڈیلکس ایڈیشن، ص ۱٦۷۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۷۴

۱۸۔ ناصر، نصر اللہ خان، 1995، کون فریدؒ فقیر، مشمولہ سہ ماہی الزبیر، دیوان فرید نمبر، اردو اکیڈمی بہاول پور ص ۱۱

۱۹۔ سہ ماہی الزبیر، دیوان فرید نمبر، محولہ بالا، ص ٦۵